# علامہ محمد انور شاہ کشمیری کی فقہ حنفی کی تائید

## اسباب اور ثمرات

از ڈاکٹر سید محمد فاروق بخاری، شعبۂ عربی امر سنگھ کالج، سری نگر کشمیر

### (۱)

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ جملہ اسلامی علوم کے متبحر عالم تھے تاہم فقہ و حدیث میں ان کا مرتبہ نہایت بلند تھا اور اس میں وہ اپنے جلیل القدر معاصرین میں ممتاز اور منفرد تھے۔ اپنے دورِ شباب ہی میں ان کی فقہی بصیرت مشہور ہوگئی تھی بلکہ مولانا عبدالحی حسنیؒ نے انھیں سربرآوردہ فقہاء احناف میں شامل کیا ہے[۱]۔ انھوں نے فقہ کا تقابلی مطالعہ کیا تھا جس کی وجہ سے وہ مسائل کا آسانی کے ساتھ احاطہ کر کے مختلف پہلوؤں سے ان کی حقیقت نمایاں کرتے تھے۔ اُن کی اِس خوبی سے دارالعلوم دیوبند تشنگانِ فقہ کا مرکز و محور بن گیا۔ نیز اُن کی اِسی صلاحیت ہی کی بنا پر علامہ اقبالؒ اور مولانا آزاد ان سے مختلف قسم کی علمی و فقہی خدمات حاصل کرنے کے خواہشمند ہوئے۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ

---

[۱] نزھۃ الخواطر ج ۸

کے دارالعلوم سے مستعفی ہونے کے ایام میں علامہ اقبالؒ نے ایک بار کہا:

"آج اسلام کی سب سے بڑی ضرورت فقہ کی جدید تدوین ہے جس میں زندگی کے سینکڑوں مسائل کا صحیح اسلامی حل پیش کیا گیا ہو جن کو دنیا کے موجودہ اور بین الاقوامی سیاسی، معاشی اور سماجی احوال وظروف نے پیش کر دیا ہے۔ مجھ کو پورا یقین ہے کہ اس کام کو میں اور شاہ صاحب دونوں مل کر ہی کر سکتے ہیں۔ ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی شخص اس وقت عالمِ اسلام میں ایسا نظر نہیں آتا جو اس عظیم الشان ذمہ داری کا حامل ہو سکے ......
میں شاہ صاحب کے سامنے سوالات پیش کروں گا اور وہ جواب دیں گے۔"[1]

چونکہ یہ کام اسی صورت میں ممکن ہو سکتا تھا جب ایک عالمِ دین کو جملہ مذاہب فقہیہ پر گہری نظر ہو اور مذہب اور قانونِ مذہب کی روح سے اچھی طرح واقف ہو۔ علامہ اقبالؒ جو خود قانون کے ماہر تھے، مولانا انور شاہؒ کے بارے میں مطمئن تھے کہ انھیں قدرت نے وہ سارے کمالات عطا کئے ہیں جو فقہ اسلامی کی جدید تدوین جیسے اہم اور نازک کام کے لئے خشتِ اول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ وسیع العلم ہونے کے ساتھ تفقہ فی الدین کے سارے لوازمات جیسے دقائق وغوامض کی تحلیل قوتِ تطبیق، صحیح اسلامی اسپرٹ کی شناسائی اور سب سے بڑھ کر مسلکی بے تعصبی اور علمی دیانتداری سے آراستہ ہیں۔ خود علامہ محمد زاہد الکوثری مصریؒ نے ان کی اسی بصیرت اور فقاہت کو دیکھ کر کہا تھا: "احادیث کے معانی اور مباحث میں غواصی کرنے میں علامہ ابن ہمام کے بعد اس امت میں اس پایہ کا فقیہ نہیں گزرا ہے۔ یہ کوئی

---

[1] حیاتِ انور: ص ۱۹۳

کم زمانہ بھی نہیں ہے۔" (نفحۃ العنبر و حیات انور : ۲۰۹)

مولانا محمد یوسف صاحب بنوری اپنے استاد (حضرت شاہ صاحبؒ) کی فقہی بصیرت و بصارت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علامہ کشمیریؒ نے امام محمد بن حسن شیبانیؒ کی تصانیف خاص طور پر موطا، کتاب الآثار اور کتاب الحجج کا نہایت رسوخ و اتقان کے ساتھ مطالعہ کیا تھا۔ پھر شمس الائمہ سرخسیؒ کی مبسوط[2] اور امام طحاوی کی معانی الآثار اور مشکل الآثار کا گہرائی سے مطالعہ کیا تھا۔ خود ایک بار

---

[1] مولانا عبدالماجد دریا بادی اپنی تصنیف "حکیم الامت: نقوش و تاثرات" میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ: "مولانا انور شاہ کی بزرگی اور علم و فضل کے مولانا محمد علی جوہر بھی قائل تھے لیکن رائے وہی رکھتے تھے جو بعض اکابر حنفیہ نے ابن تیمیہؒ سے متعلق ظاہر کی ہے کہ اُن کا علم و فضل اُن کی فہم سے بڑھا ہوا تھا۔"

حکیم الامت: ص ۱۱، مطبع معارف اعظم گڈھ ۱۹۵۳ء

مگر جن حضرات کو حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں بیٹھنے اور ان سے مستفید ہونے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملا ہے اُن کے تاثرات بالکل مختلف ہیں۔ کہیں سے ان کے فہم کی کمی کا کوئی تاثر نہیں ملتا ہے۔ اصل میں یہ رائے مولانا جوہرؒ ہی کے بارے میں ان کے بعض مخلص ناقدین رکھتے ہیں۔ اس کے لئے ڈاکٹر عبدالحق کا کتابچہ "چند ہم عصر" میں مولانا محمد علی کا تذکرہ اور رئیس عباسی صاحب کی تصنیف "تحریک خلافت" دیکھے جا سکتے ہیں۔

[2] یہ کتاب امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کی مبسوط کی شرح ہے جس کی اہمیت و عظمت کا اندازہ لگانے کے لیے بس اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ یورپ کا ایک فاضل مُتَبَنّی یہ کتاب پڑھ کر اتنا متاثر ہوا کہ اسلام قبول کیا اور کہا کہ یہ چھوٹے محمد کی کتاب کی شان ہے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فرمایا: "میں نے امام طحاوی کی مختصر الطحاوی کا بیس مرتبہ مطالعہ کیا اس کے باوجود بعض جگہوں پر اطمینان نہیں ہوا۔" اسی طرح مذاہب اربعہ کی چوٹی کی کتابیں از اول تا آخر مطالعہ کیں اور اپنے قوت حافظہ کی مدد سے یہ سارا ذخیرہ ان کے قلب و دماغ میں محفوظ رہا اور جس وقت جس چیز کو پیش کرنے کی ضرورت ہوتی تھی یہ سارا ذخیرہ آنکھوں کے سامنے پھرتا تھا۔ مولانا بنوری لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| لم یکتف فی الفقہ بمطالعۃ الفقہ الحنفی، بل طالع من کبار کتب الفقہ المالکی و الشافعی و الحنبلی ما یقضی العجب و یورث الحیرۃ۔[1] | انھوں نے احناف کے کتب فقہ کے مطالعہ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ مذاہب کی چوٹی کی فقہی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا تھا اور یہ مطالعہ اتنا پھیلا ہوا تھا کہ حیرت ہوتی ہے۔ |

امام ابوبکر کاسانی کی بدائع الصنائع اور ابن نجیم کی البحر الرائق، ان کے برادر عالی قدر کی النہر الفائق، علامہ شامی کی ردّ المحتار اور امام شافعی کی کتاب الاُم کی ایک ایک سطر زیر نگاہ تھی۔ الام سے بے حد متاثر تھے اور فرماتے تھے:

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

پس بڑے محمدؐ کی کتاب (قرآن) کی عظمت کا کیا حال ہوگا

ھذا کتاب محمد کم الاصغر فکیف کتاب محمد کم الاکبر

بلوغ الامانی: علامہ محمد زاہد الکوثری: ص ۶۱

[1] نفحۃ العنبر من ھدی الشیخ الانور: ص ۸۵ (مطبوعہ ڈابھیل)

كلما طالعت كتاب الام يقع فى قلبى ان امام الشافعى من اذكياء الامة[1]

جب جب میں کتاب الام کا مطالعہ کرتا ہوں تو یہ بات میرے دل میں جگہ پکڑتی ہے کہ امام شافعی صاحبؒ اذکیاءِ امت سے ہیں۔

بدائع الصنائع کو اپنے فن میں عظیم الشان کتاب قرار دیتے تھے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر کتابیں محفوظ و موجود ہوں اور پھر سارا علم تلف ہو جائے تو کوئی پروا نہیں ہے حدیث میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری، علم معانی و بیان میں علامہ بہاء کی شرح تلخیص المفتاح، نحو میں اشمونی، منطق میں بحر العلوم کی شرح سُلّم، فقہ بدائع الصنائع اور اصول فقہ میں تحریر الاصول اور اس کی تلخیصات[2] یہ بھی تھے کہ عراقی حنفی فقہاء کی تالیفات علمائے خراسان کی تصانیف سے زیادہ محکم ا معتبر ہیں لیکن علامہ ابوبکر کاسانی کی بدائع الصنائع، باوجود اس کے کہ علامہ کا خراسان سے تعلق رکھتے تھے تثبت و اتقان میں علمائے عراق کی تالیفات ہی مانند ہے، جو کوئی بھی شخص اس کا بغائر مطالعہ کرے گا وہ فقیہ النفس ہوگا[2]۔ ا شرح علامہ ابن ہمام کی فتح القدیر، جو اصولِ فقہ جیسے موضوع پر کئی ضخیم جلدوں پھیلی ہوئی کتاب ہے، کا مطالعہ صرف بیس دن میں کیا تھا اور وہ بھی اس کتاب الحج تک اس کی تلخیص بھی کی تھی اور ابن ہمام نے مصنفِ ہدایہ پر جتنے ا کئے ہیں ان کے جوابات بھی قلمبند کئے تھے۔ اس سُرعتِ مطالعہ کے ساتھ

---

[1] نفحۃ العنبر : ص ۸۵۔

[2] کشکول : ص ۲۱۸ کراچی۔

بچھ مدت بعد دو صفحات پر پھیلی ہوئی یہ کتاب اس طرح جذب کی تھی کہ خود ایک بار فرمایا:
۲۶ سال قبل اس کتاب کا مطالعہ کر چکا ہوں اور آج تک اس کی طرف مراجعت کرنے کی ضرورت بھی نہ پڑی۔ اگر آج بھی اس کا مضمون بیان کروں گا تو بہت کم فرق پاؤگے[۱] ایک اور مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ ابن ہمام نے اس کتاب میں حنفی مذہب کی جتنی بھی دلیلیں پیش کی ہیں وہ سب علامہ جمال الدین زیلعی کی تخریج (نصب الرایۃ) سے مستفاد ہیں۔ صرف تین جگہیں اس استفادے سے خالی ہیں جن میں ایک مہر کا مسئلہ ہے[۲]۔ تاہم علامہ انورشاہؒ ابن ہمامؒ کو نہ صرف فقہائے احناف میں بلکہ جملہ مذاہبِ اربعہ میں اصول فقہ کے بے نظیر محقق مانتے تھے۔ مولانا بنوری لکھتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| کان شیخنا و مولانا الشیخ محمد انورشاہ رحمہ اللہ تعالیٰ یقول لیس فی علماء المذاہب الاربعۃ اصولیاً محققاً مثل المحقق ابن الھمام وکان یقول کتابہ تحریر الاصول کتاب لانظیر لہ فی الضبط والاتقان ولکنہ من اصعب الکتب[۳] | ہمارے استاد مولانا محمد انورشاہ رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ مذاہب اربعہ میں ابن ہمام جیسا کوئی محقق اور ماہرِ اصولِ فقہ نہیں گزرا ہے۔ وہ (حضرت شاہ صاحب) ان کی کتاب تحریر الاصول کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ کتاب ضبط و اتقان میں بے مثل ہے تاہم کتابوں میں بڑی مشکل اور دقیق بھی ہے۔ |

---

[۱] نفحۃ العنبر: ص ۳۸، مطبوعہ ڈابھیل سورت ۱۹۳۶ء

[۲] ایضاً [۳] بغیۃ الاریب فی مسائل القبلۃ والمحاریب۔

علامہ بنوری محدث ص ۱۲۴ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اسی طرح علامہ برہان الدین مرغینانی رحمہ اللہ کی شہرہ آفاق کتاب ھدایہ سے بے حد متاثر تھے اور کہتے تھے کہ ائمہ اربعہ کی فقہی کتابوں میں ھدایہ جیسی کتاب موجود نہیں ہے۔ یہ بھی کہتے تھے کہ بعض علماء نے جو یہ کہا ہے کہ ھدایہ امام سرخسی کی مبسوط سے ماخوذ ہے میرے نزدیک صحیح نہیں ہے ھدایہ کی ایک مٹھاس اور اس کی جزالت و فخامت اس سے اِبا کرتی ہے[1]۔ صاحب ہدایہ کی مختصر نگاری، حسنِ تعبیر اور استیعابِ مسائل ان کے ایسے کمالات ہیں جن کا مظہرِ اتم ہدایہ ہے۔ مذاہبِ اربعہ میں اِس شان اور اسلوب کی دوسری کتاب موجود نہیں ہے[2]۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ کسی شیعہ فاضل نے کہا ہے کہ مسلمانوں میں عربی ادب کی کتابیں صرف تین ہیں: قرآنِ حکیم، صحیح بخاری اور ہدایہ؛ فاضل موصوف نے بالکل درست کہا ہے[3]۔ علامہ کشمیری یہ بھی فرماتے تھے کہ صاحبِ ہدایہ کو تفقُّہ میں جو مرتبہ

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ابن ہمام کے بارے میں علامہ کشمیری کی اس رائے کی تائید علامہ سخاوی (تلمیذ ابن حجرِ عسقلانی) کے اس قول سے ۔۔ ہوتی ہے: "اِنّہ عالمُ اھل الارض و محقق اُولی العصرِ" الضوء اللّامع: ج ۸ ص ۱۲۷

[1] بغیۃ الاریب: ص ۱۲۴، مطبوعہ مصر۔

[2] نصب الرّایۃ، مقدمہ: محدّث بنوری رحمہ اللہ: ص ۸

[3] نامناسب نہ ہوگا اگر ہم ڈاکٹر مولوی عبدالحق کی زبان سے شمس العلماء، ڈاکٹر سید علی بلگرامی مرحوم کا ایک قول یہاں نقل کریں۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ مرحوم صحیح بخاری کے بڑے مدّاح اور قدر داں تھے اور کہتے تھے: "عربی زبان سیکھنے کے لئے اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں سوا ہدایہ کے بھی وہ بہت ثنا خواں تھے اور جس قدر مختلف نسخے ان کے پاس بکنے کو آتے وہ خوشی خوشی انھیں خرید تے تھے۔" چند ہم عصر: ص ۱۰۳۔

حاصل ہے صاحب درّ مختار جیسے ہزار فقیہ بھی اسے نہیں پاسکتے ہیں۔ صاحب درّ مختار کا علم کتابی علم ہے جبکہ صاحب ہدایہ کا علم علم سینہ ہے۔ مجھے ایک شخص نے کہا کہ کیا آپ فتح القدیر جیسے اسلوب میں کتاب لکھ سکتے ہیں۔ میں نے کہا: ہاں، اس نے پوچھا کہ کیا ہدایہ کے اسلوب و انداز میں بھی؟ تو میں نے جواب دیا: ہرگز نہیں، یہاں تک کہ اس جیسی عبارت میں چند سطور بھی نہیں لکھ سکتا۔ ہدایہ کے الفاظ موتیوں کے مانند ہیں جو معانی و مطالب کے مغز اور جوہر پر حاوی ہیں[1]۔ علامہ کشمیری کی اس رائے کی تائید ایک مغربی ماہر قانون کے تبصرے سے ہوتی ہے۔ موصوف نے عربی میں ہدایہ کا مطالعہ نہیں کیا تھا بلکہ اس کے فرانسیسی ترجمے کو پڑھا تھا۔ اس نے لکھا ہے: "اس کتاب میں دماغ کی ایک بڑی طاقت نظر آتی ہے اور ایک ایسا فلسفۂ قانون ہے جس میں بہت باریکیاں پائی جاتی ہیں[2]۔" ان اہم ترین فقہی تصانیف کے علاوہ حضرتِ شاہ صاحبؒ نے ہند اور ہند سے باہر ان بے شمار شروح وحواشی کا مطالعہ کیا تھا جن کی صحیح تعداد خدا ہی جانتا ہے اور جن کا کچھ حوالہ ان کی تصانیف، امالی اور ملفوظات میں ملتا ہے۔

فنی اور علمی اعتبار سے مولانا انور شاہؒ نے فقہ اسلامی کی کیا خدمات انجام دی ہیں اور فقہ کی ترتیب اور تشکیل جدید میں ان کے تحریری سرمائے سے کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے ہمیں کیا راہنمائی مل سکتی ہے؟ اس موضوع پر اصحابِ فن ہی قلم اٹھا سکتے ہیں اور زیر نظر مضمون میں اس نازک موضوع سے تعرض کرنے کا مضمون نگار کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اس مضمون میں مضمون نگار کو ان اسباب اور وجوہ کا کھوج

---

[1] نصب الرایہ (مقدمہ) ص ۱۴۔

[2] صدق جدید ۱۸ اگست ۱۹۶۱ء۔

لگانا مقصود ہے۔ جو علامہ انور شاہؒ کی مسلکِ حنفی کی تائید کے پیچھے کارفرما تھے۔ طالب علموں کو یہ جاننے کی خواہش ہے کہ اگر علامہ ممدوح وسیع النظر عالم دین اور اپنے وقت کے ممتاز ترین محدث و فقیہ تھے تو فقہ میں اُن کا مقلد محض ہونا اور فقہ حنفی کی تائید و توثیق کو اپنی علمی خدمات کا جزء بنا دینا کیا معنیٰ رکھتا ہے۔ کیا یہ کسی مسلکی تعصّب کا ردِّ عمل تھا یا ان کی تقلید کسی گہری تحقیق پر قائم تھی؟ کیا اس تائید سے انھوں نے وقت کی کوئی اہم ترین خدمت انجام دی ہے یا ایسا کرنے سے انھوں نے اپنی عمر ضائع کی؟[1] یہ فقہ سے کہیں زیادہ تاریخ سے تعلق رکھنے والا

---

[1] ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل ایک سلفی مصنف نے صاف صاف لکھا ہے کہ مولانا انور شاہ صاحب نے ایسا کرکے اپنی عمر ضائع کی۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ بوڑھے تھے اور بڑھاپے کے زیر اثر اس غیر ضروری کام میں لگ گئے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: اللمحات الی ما فی انوار الباری من الظلمات ج اول)۔ واضح رہے علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے انتقال پر حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے معارف کے شذرات میں جو خراجِ عقیدت پیش کیا تھا اس میں یہ الفاظ بھی لکھے تھے: "مرتے دم تک علم و معرفت کے اس شہید نے قال اللہ اور قال الرسول کا نعرہ بلند رکھا" بحوالہ یادِ رفتگاں: ص ۱۶۹۔ یہ بھی یاد دلانے کے قابل ہے کہ علامہ انور شاہ کشمیری کی عمر انگریزی تقویم کے لحاظ سے ۵۸ سال سے کچھ کم ہی تھی۔ مؤلف اللمحات نے بڑی جلدی میں آکر علامہ انور شاہ صاحب کی تنقیص کی ہے۔ فقہ حنفی کی تائید کرکے علامہ انور شاہ صاحب نے کوئی "نئی بے مقصد" خدمت انجام نہیں دی ہے۔ یہ خدمت اپنے اپنے وقت میں تمام انصاف پسند محققین نے انجام دی ہے اور جب تک "جزء رفع الیدین" "قرأۃ خلف الامام" وغیرہ جیسی کتابیں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

موضوع ہے اور نہ صرف طالب علموں کے لئے دلچسپ ہے بلکہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی حیات، شخصیت اور کارناموں کا نہایت ہی اہم حصہ ہے ہم نے اس موضوع پر جو کچھ مطالعہ کیا ہے اور بالآخر جس نتیجے پر پہنچے ہیں اسے بالاختصار قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ فقہ میں بلاشبہ مجتہدانہ بصیرت رکھتے تھے مگر اس کے باوجود وہ مقلدِ محض تھے۔ خود فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| ما من فنٍ إلّا ولی فیہ رأی إلّا الفقہ۔ فانا فیہ مقلد صرف۔ | میں تمام علوم وفنون میں اپنی رائے رکھتا ہوں۔ ہاں! فقہ میں، میں مقلدِ محض ہوں۔ |

(فیض الباری ج ۳ ص ۱۷)

وہ فقہ میں اجتہاد کی ضرورت ضرور تسلیم کرتے ہیں مگر اسے فقہاءِ اسلام کی سی بصیرت و بصارت سے مشروط کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ خود فنا فی العلم تھے مگر اس کے باوجود انھیں اعتراف تھا کہ وہ اس معیار پر اُترنے کے پورے پورے اہل نہیں ہیں۔ ایک مرتبہ جب مصر کے ایک بلند مرتبہ حنبلی المسلک عالم نے ان کے علم وفضل سے غیر معمولی متأثر ہو کر کسی علمی مجلس میں کہا کہ اگر میں یہ کہوں کہ یہ شخص (علامہ انور شاہ صاحب کشمیری) ابوحنیفہ سے زیادہ علم رکھتے ہیں تو میں حانث نہ ہوں گا۔ جب

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

دنیا میں موجود رہیں گی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ کس میں ہمت ہے کہ الجامع الصحیح سے "وقال بعض النّاس" قسم کی عبارت ومضمون کو غیر ضروری سمجھ کر اسے کتاب ہی سے خارج کرنے کا مشورہ دے۔

علامہ کشمیری کو اس کا علم ہوا تو سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور فرمایا: ابھی امام ابو حنیفہؒ کے مدارکِ اجتہاد تک قطعاً رسائی نہیں ہے[1]۔ (حیاتِ انور، ص ۲۳۹)

علامہ انور شاہ صاحب کو اپنی حنفیت پر سخت اصرار تھا۔ وہ درس و تحریر فقہ حنفی کی حمایت و نصرت کی طرف پوری توجہ کرتے تھے۔ اس کی صحت و ترجیح پر دلائل و براہین قائم کرتے تھے[2]۔ یہاں تک کہ خود ایک بار فرمایا: میں نے تیس سال تک حنفی مسلک کے جڑ گاڑ دیئے[3]۔ اس زبردست حمایت و نصرت کے پیچھے جو تاریخ کار فرما ہے اس کی روشنی میں حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کا یہ موقف درست نظر آتا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یہ اس وقت کی ایک اہم علمی مسئولیت بھی نظر آتی ہے جسے علامہ کشمیری نے کمالِ احتیاط و تدبّر سے سرانجام دے کر امت

---

[1] حضرت مولانا زکریا صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ اپنی آپ بیتی میں فرماتے ہیں:
"میرے ذہن میں یہ ہے کہ شریعت تو صرف اللہ اور اس کے رسول پاک کا کلام ہے لیکن اس پر عمل کرنے میں روایات کی جرح و تعدیل میں ائمہ مجتہدین و ائمہ اربعہ کا قول مجھ جیسے نابلد کی تحقیق پر بہت مقدم ہے بلکہ ان حضرات کے ارشادات ائمہ حدیث سے بھی مقدم ہیں اس لئے یہ ائمہ حضرات، بخاری و مسلم کے اساتذہ یا استاذ الاساتذہ ہیں اور زمانۂ نبوت سے بہ نسبت ائمہ محدثین کے زیادہ قریب ہیں اس لئے روایات کے ردّ و قبول میں ان حضرات کا مرتبہ اور پایہ ہم لوگوں سے کیا بلکہ ائمہ محدثین سے بھی کہیں زیادہ اونچا ہے۔"

آپ بیتی نمبر ۴، صفحہ ۶۹ — ۷۰

[2] نزھۃ الخواطر ج ۸ مولانا محمد عبد الحی حسنیؒ و مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ

[3] نفحۃ العنبر: ص ۹۰، مجلس علمی ڈابھیل۔

...رف سے ایک فرضِ کفایہ ادا کیا۔

اس میں شبہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کے زوال و ذلت کا ایک بڑا سبب اُن کا مسلکی بغض و عناد رہا ہے۔ اس تقلیدی تعصب نے مسلمانوں کے اتحاد و موانست کو پارہ پارہ کرنے میں مکروہ رول ادا کیا ہے۔ کتنے علماء جاہلوں کے ہاتھوں رسوا ہوئے ہیں اور کتنا شاندار ورثہ مسلمانوں ہی کے ہاتھوں توہین و تحقیر کا نشانہ بنا ہے۔ مشہور مفسر و مؤرخ علامہ ابن جریر طبریؒ (متوفی ۳۱۰ھ) کو محض اس جرم کے پاداش میں، کہ انھوں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو فقہاء میں شامل نہیں کیا تھا، مسلمانوں کے ہاتھوں جس مصیبت اور بدترین آزمائش سے سابقہ پڑا تھا اسے ڈاکٹر احمد امین کے الفاظ میں سنئے:

| | |
|---|---|
| فقد هوجم من المحدثين و | اُن پر (علامہ طبریؒ) محدثوں خصوصًا |
| خصوصًا من الحنابلة ونالة | حنبلیوں کی طرف سے حملہ کیا گیا |
| الضنى منهم وهو في درسه | اور درس کی حالت ہی میں انھیں |
| فلما احتجب في بيته رموه | حملہ آوروں کی طرف سے تکلیف |
| بالحجارة حتى صار امام | پہنچی۔ جب وہ گھر میں چھپ گئے |
| امام بيته اكوام وذهب | تو اُن پر پتھر پھینکے گئے یہاں تک کہ |
| الآف من الجند ليحموه۔ | کہ اُن کے گھر کے سامنے پتھروں کے |
| فلما مات لم يحتفل | ڈھیر بن گئے۔ اس کے نتیجہ میں |
| بجنازته۔ والله تعالى | ہزاروں فوجی انھیں تحفظ دینے |
| لا يعبأ بكل ذلك۔ فقد | کے لئے گئے۔ پھر جب ان کا |
| اكرمه الله بخير من | انتقال ہو گیا تو اُن کے جنازے |
| هذه المظاهر جزاء جدة | کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا گیا۔ |

| | |
|---|---|
| وفضلہ۔ [1] | مگر اللہ تعالیٰ ہی ان باتوں کی پروا کرنے والا نہیں ہوتا ہے۔ اس نے علامہ ممدوح کو ان کے دشمنوں کی ایسی حرکتوں کے برعکس ان کی علمی محنت و فضیلت کے صلے میں بہترین مقام و مرتبہ عطا کیا۔ |

جہاں تک فقہ حنفی کا تعلق ہے اس کی تاریخ کا مطالعہ کرکے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیگر مذاہبِ فقہ کے مقابلے میں مخالفت اور مُعاندت کا نمایاں ہدف بنا رہا ہے۔ یہ سلسلہ بہت شروع سے چلا آرہا ہے۔ خود امام ابو حنیفہؒ کو بھی اپنے زمانے میں اِس عِناد کا سامنا کرنا پڑا تھا جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ ان کے جلیل القدر معاصرین اور ممتاز ترین تلامذہ امام صاحب کے مخالفین کی پروپگنڈا بازی کی تردید کرتے نظر آتے ہیں۔ ان میں حضرت عبداللہ بن مبارک (۱۱۸ھ تا ۱۸۱ھ) بھی شامل تھے جنھوں نے نہ صرف امام ابو حنیفہؒ کو دیکھا تھا بلکہ ایک عرصہ تک ان سے فقہ کی تحصیل بھی کی تھی۔ ڈاکٹر عبدالمجید المحتسب لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وقد تفقہ عبد اللہ بن مبارکؒ بأبی حنیفۃ النعمان بن ثابتؒ امام اهل الرأی فی العراق۔ ولا ریب فی ان ابن المبارکؒ لازم ابا حنیفۃ مدۃ | عبداللہ بن مبارک نے ابو حنیفہ سے جو عراق میں اہل الرائے کے پیشوا تھے فقہ حاصل کی۔ اور اس میں شبہ نہیں ہے کہ وہ بغداد جانے سے قبل عراق میں کافی مدت |

---

[1] ظہر الاسلام ج ۲ ص ۴۰۔

| | |
|---|---|
| من الزمن واخذ عنه | تک امام صاحب کی خدمت میں بیٹھے |
| الفقه وهو فی الکوفة | اور اُن سے فقہ کا علم حاصل |
| قبل ان یرحل الی | کیا۔ |
| بغداد[۱] | |

کسی زمانے میں احناف کی کتابیں جلائی گئیں یہاں تک کہ بعض اہل علم نے انھیں دریا برد کردیا۔ اسپین کے ایک حکمران نے چند علماء کو اپنے دربار سے محض اس لیے نکلوایا کہ وہ مسلکاً حنفی تھے[۲]۔ متاخرین نے اس میں اور زیادہ غلو برتا یہاں تک کہ غیر حنفی اہل علم بھی اس پر افسوس کئے بغیر نہیں رہے۔ بعض علماء نے اظہارِ افسوس پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ انھوں نے امام ابو حنیفہ کی ذات اور ان کی خدمات پر معاندین کی ڈالی ہوئی گرد جھاڑ دی۔ علامہ جلال الدین سیوطی، ابن حجر ہیثمی وغیرہ نے امام صاحب کی توصیف وتحمید میں مستقل کتابیں بھی لکھیں۔ اسی طرح حافظ سخاوی، علامہ ابن عبدالبر، علامہ ابن خلدون وغیرہ نے بھی امام صاحب اور اُن کے دبستانِ فقہ کی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کی۔ معاندین اس حد تک پہنچ گئے کہ امام اعظم اور ان کے مقلدوں کو حدیث رسول ص کا دشمن قرار دیا اور یہ بلند بانگ دعویٰ صرف اس لیے کیا گیا کہ امام ابو حنیفہ رح بہت سے جلیل القدر صحابہ کے نقشِ قدم پر چل کر اسلامی قوانین کی تشکیل میں اور روحِ شریعت تک پہنچنے کے لئے فکر وبصر کو اپنا مقام دینے کے

---

[۱] عبداللہ بن المبارک المروزی : ص ۴ ۵ - وزارۃ الاوقاف والشؤن، عمان ۱۹۷۰ء

[۲] کتاب الفقه علی مذاهب الاربعة، مقدمه ص ۲۸-

قائل تھے[1] اس لیے فقہاء اسلام نے نیک نیتی سے احناف کو اہل الرائے کا لقب دیا مگر جسے بدقسمتی سے بعض حضرات نے طنز و استہزاء کے معنوں میں استعمال کیا خود علامہ محمد انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں:

ان بعض الشوافع یلقبون الحنفیۃ باھل الرائ هجوًا لهم[2]۔

بعض شوافع احناف کو بسبیل ہجو اہل الرائے کہتے ہیں۔

اور تو اور امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں یہ افواہ اڑائی گئی کہ وہ حدیث کا کماحقہٗ علم نہیں رکھتے ہیں اور ان کا ترتیب دیا ہوا فقہی ذخیرہ اُن کے ذاتی آراء اور قیاسات کا انبار ہے۔ علامہ ابن خلدون اس کی پُر زور تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اصل میں ائمۂ مجتہدین کے ہاں احادیث کے رد و قبول کے شرائط مختلف تھے۔ جن کے ہاں یہ شروط سخت تھے اُن کے نزدیک صحیح احادیث کی تعداد کم ہوئی جیسے امام مالک اور امام ابو حنیفہ اور جن ائمۂ کرام کے نزدیک یہ شروط نرم تھے ان کے ہاں احادیث کی تعداد میں اضافہ ہوا۔

---

[1] حضرت فاروق اعظمؓ کے بارے میں ڈاکٹر احمد امین لکھتے ہیں:

"وکان یجتھد فی تعرّف المصلحۃ التی لاجلها کانت الآیۃ او الحدیث ثم یسترشد بتلك المصلحۃ واحکامہ، وھو اقرب شیٔ الی مایعبر عنه الآن بالاسترشاد بروح القانون لا بحرفیته"۔

فجر الاسلام: ص ۲۹۲

[2] فیض الباری علی صحیح البخاری: ج ۱ ص ۱۷۰۔

واعلم ايضا ان الائمة المجتهدين تفاوتوا في اكثار من هذه الصناعة والاقلال۔ فابوحنيفة رضي الله تعالى عنه يقال عنه بلغت روايته الى سبعة عشر حديثا اونحوها ومالك رحمه الله انما صح عنده ما في كتاب الموطا وغايتها ثلاثمائة حديث اونحوها واحمد بن حنبل رحمه الله تعالى في مسنده خمسون الف حديث ولكل ما اداه اليه اجتهاده في ذلك[1]

جاننا چاہئے کہ ائمہ مجتہدین احادیث پرکھنے کے فن میں ایک دوسرے سے کثرت و قلت میں مختلف ہوئے۔ کہا جاتا ہے ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں سترہ یا اس جیسی تعداد میں ہی احادیث پہنچے۔ اسی طرح مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اتنے ہی صحیح ثابت ہوئے جو اُن کی تصنیف مؤطا میں موجود ہیں جس کی تعداد میں تین سو یا اس کے قریب پہنچ جاتی ہے[2]۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی مسند میں احادیث کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچ گئی ہے اس طرح ہر ایک مجتہد نے اپنے اجتہاد کی روشنی میں یہ تعداد مقرر کی ہے۔

---

[1] مقدمہ ابن خلدون: ص ۳۸۸، مطبعۃ البہیتہ، مصر۔

[2] "ابتداءً مؤطا میں دس ہزار حدیثیں تھیں مگر امام صاحب نے سب کو قلم زد کر دیا۔ اب ۱۷۲۵ باقی ہیں۔ جس میں مسند و مرفوع ۶۰۰، مرسل ۲۲۲، موقوف ۶۱۳ اور تابعین کے اقوال و فتاویٰ ۲۸۵ ہیں۔" مقدمہ اوجز المسالک ص ۲۸ بحوالہ محدثین عظام: مولانا تقی الدین ندوی: ص ۸۳

[illegible] گے علامہ ابن خلدون بعض معاندوں کی اس غلط خیال کی کہ کوئی امام مجتہد علم حدیث [illegible] کم مایہ ہوتا ہے، تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

| | |
|---|---|
| وقد تقول بعض المبغضين | بعض بے راہ رو حاسدوں کا یہ |
| المتعسفين الى ان منهم | خیال ہے کہ ائمہ مجتہدین میں سے |
| من كان قليل البضاعة | بھی کوئی علم حدیث میں کم مایہ ہوتا |
| فى الحديث فلهذا قلت | ہے جس کی وجہ سے ان کے ہاں |
| روايته ولا سبيل الى | روایات کی تعداد کم ہوئی ہے حالانکہ |
| هذا المعتقد فى كبار | ائمہ عظام کے بارے میں ایسا |
| الائمة [1] | باطل تصور قائم کرنا بھی جائز نہیں |
| | ہے۔ |

مگر اس ساری مخالفت اور معاندت کے باوجود حنفی مسلک پھیلتا گیا بلکہ بعض اسلامی ملکوں میں صدیوں تک قانوناً رائج رہا۔ ہندوستان میں بھی حنفی مسلک ہی ایک طویل زمانے سے رائج العمل رہا۔ اکثر سلاطین وصوفیاء، جن کی مساعی جمیلہ سے ہندوستان اسلام شائع و ذائع ہوا، اسی مسلک پر عامل تھے۔

(باقی)

---

[1] مقدمہ ابن خلدون : ص ۳۸۸، مطبعة البهية، مصر۔